بسم الله الرحمن الرحیم

DMC CLASS OF 1985 DIGITAL MAGAZINE MAY 2014

SPECIAL ISSUE

مسیحا اور شاعر

An anthology of poetry

By

Graduates of Dow Medical College

Edited by

Dr. Saleem A Khanani (Dowite 1985)
Dr. Sameena Khan (Dowite 1985)

A DOW DIGITAL PUBLICATION

بسم الله الرحمن الرحيم

This is indeed a matter of pride for the editors of the DMC Class of 1985 digital magazine to present a unique publication, an anthology of poetry by the graduates of the Dow Medical College, Karachi Pakistan!

Doctors are perceived as being serious and dry individuals whose scientific minds do not allow them to indulge much in finer arts. Nothing can be further from the truth as will be apparent from the selections of poetry by doctors in this small volume. Doctors are like any other normal human being, full of feelings, sensitivity and emotions. They enjoy looking at monuments of arts, watching spectacles of nature and listening to lilting melodies and reading good literature.

The atmosphere at Dow was not just one of dead bodies, test tubes, rolling drums with carbon paper, petri dishes and lecture halls. There was a lot of culture, politics, sports, fun and arts. Poetry competitions, i.e., bait baazi, poetry recital by both invited poets of repute and budding physician-poets were routine.

Some of the students made a name for themselves as poets during student life. And then there were ‘silent Miltons’ who kept the sober tenor of their way only to emerge later in life. This anthology combines both. We hope that the readers will enjoy reading these fine specimens of poetry.

The poets are arranged according to alphabetical order of their last names.

SHARIQ ALI DOW 1985

One of the leading poets of the DMC Class of 1985, Shariq is an internationally known poet, intellectual, humanitarian and plastic surgeon. He headed the Burns Unit at the Civil Hospital Karachi for a number of years. He currently lives in the United Kingdom.

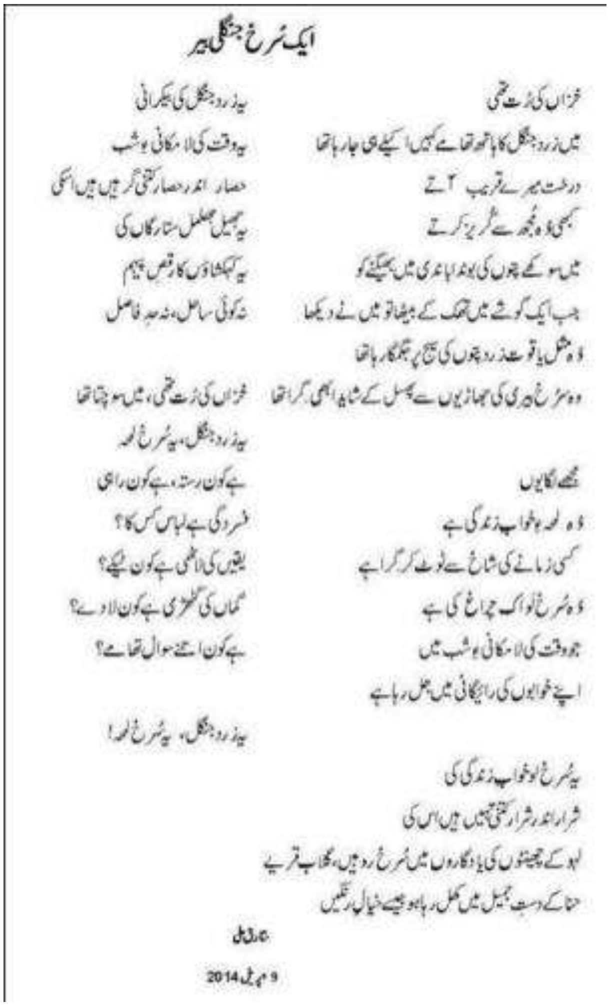

ایک سُرخ جنگلی بیر

خزاں کی رُت تھی
میں زرد جنگل کا ہاتھ تھامے کہیں اکیلے ہی جا رہا تھا
درخت میرے قریب آتے
کبھی وہ مجھ سے گریز کرتے
میں سوکھے پتوں کی بوند باندی میں بھیگنے کو
جب ایک گوشے میں تھک کے بیٹھا تو میں نے دیکھا
وہ مثلِ یاقوت زرد پتوں کی سیج پر جگمگا رہا تھا
وہ سُرخ بیری کی جھاڑیوں سے پھسل کے شاید ابھی گرا تھا

مجھے لگا یوں
وہ لمحہ خوابِ زندگی ہے
کسی زمانے کی شاخ سے ٹوٹ کر گرا ہے
وہ سُرخ لَو اک چراغ کی ہے
جو وقت کی لامکانی و شب میں
اپنے خوابوں کی رائیگانی میں جل رہا ہے

یہ سُرخ لَو خوابِ زندگی کی
شرار اندر شرار کتنی تہیں ہیں اس کی
لہو کے چھینٹوں کی یادگاروں میں سُرخ رو ہیں، گلاب قریے
حنا کے دستِ جمیل میں کھل رہا ہو جیسے خیالِ رنگیں

یہ زرد جنگل کی بیکرانی
یہ وقت کی لامکانی و شب
حصار اندر حصار کتنی گرہیں ہیں اسکی
یہ جھیل جھلمل ستارگاں کی
یہ کہکشاؤں کا رقصِ پیہم
نہ کوئی ساحل، نہ حدِ فاصل

خزاں کی رُت تھی، میں سوچتا تھا
یہ زرد جنگل، یہ سُرخ لمحہ
ہے کون رستہ، ہے کون راہی
فسردگی ہے لباس کس کا؟
یقیں کی لاٹھی ہے کون ٹیکے؟
گماں کی گٹھڑی ہے کون لادے؟
ہے کون اتنے سوال تھامے؟

یہ زرد جنگل، یہ سُرخ لمحہ!

شارق علی

9 اپریل 2014

مہرباں شامِ گل

تا اُفق سرخ لب
گال دہکے ہوئے
بال کھولے ہوئے
رنگ پہنے ہوئے
خوب مہکے ہوئے
ناز بردارِ جاں
ہمدم و رازداں
مہرباں شامِ گل
مجھ سے کہنے لگی
ایک مدت ہوئی
اب تو بدلو چلن
اتنی افسردگی
بے تحاشہ جنوں
کوئی اچھا نہیں

میں نے اس سے کہا
یہ بتاؤ مجھے
ابنِ آدم کے دکھ
ختم ہوں گے کبھی؟
نفرتوں سے بھری
رات ڈھل جائے گی؟
جادۂ خواب کی
کوئی منزل ہے کیا؟

آرزو میں نہاں
وسعتِ لامکاں
کیا سمٹ پائے گی؟
جو کہا نہ گیا
وہ سنے گا کوئی؟
کیا وجود اور عدم
رات دن کی طرح
اب کے بچھڑے اگر
پھر ملیں گے کبھی؟

دلکشی شام کی
مسکرائی ذرا
اور یوں گویا ہوئی
گفتگو کا ہنر
تم سے سیکھے کوئی
بات بدلو نہیں
ڈھنگ سیکھو نئے

لمحہء خامشی
اِک ذرا دیر کو
کچھ نہ بولا کوئی

پھر میں گویا ہوا

بات ضد کی نہیں
صرف اتنی سی ہے
اس گھنی رات میں
صبحِ نو کا سفر
روشنی ہے مری

اس لئے جانِ من
مجھ کو روکو نہیں
ناز بردارِ جاں
ہمدم و رازداں
پاس آؤ میرے
ہاتھ چومو میرے
ساتھ ممکن نہ ہو
لمسِ رخصت سہی
وصل حسرت سہی

مہرباں شامِ گل
مہرباں شامِ گل

شارق علی
5/مئی 2012ء

بیت جالہ میں بکھرا لہو

بیت جالہ ارضِ فلسطین کی ایک بستی ہے جو معصوم چھلنی جسموں کی گواہی سے سرخرو ہے

بیت جالہ میں بکھرا لہو
کیوں صدا دے رہا ہے مجھے۔
سنگدل نفرتوں سے اٹا
ظلم و طاقت کا کوہِ گراں
ننھے ہاتھوں میں پتھر لیے
تنگ گلیوں کی ہر آڑ سے
سنگ ریزوں کی زور آوری۔
ایک بچے کا چھلنی بدن
آگ میں پھول جیسے کھلیں۔

معتدل موسموں میں ڈھلی
چند آسائشوں سے سجی
ایک سہمی ہوئی زندگی
پرچمِ آرزو سرنگوں۔

بیتِ جالہ میں بکھرا لہو
کیوں صدا دے رہا ہے مجھے
مجھ سے کیوں کہہ رہا ہے کہ میں
بے ضمیری کو بڑھنے نہ دوں
اپنا احساس مرنے نہ دوں۔
ساتھ دے جس قدر حوصلہ
لکھ سکوں تو لکھوں برملا
داستانوں کی وہ داستاں
جس میں شامل نہیں میرا خوں!

شارق علی

چوک تحریر میں ۔۔۔۔۔

چوک تحریر میں
رات ڈھلنے کو ہے
دن نکلنے کو ہے

شرقِ وسطیٰ میں جاگا ہے عزمِ جنوں
رقصِ آشفتگاں
ایک آتش فشاں
پھوٹ پڑنے کو ہے

سامراجی خداؤں کی تذلیل کا
وقت آ پہنچا ہے
اب کے فرعون ہے
خلق کے روبرو
بات بڑھنے کو ہے

سازشوں سے بھری
بدنیت خامشی
ہاتھ ملنے کو ہے

پتھروں سے اَٹی
شاہراہِ ستم
شعلۂ جاں کی جدّت سے
جلنے کو ہے

تیز ہو تیز ہو
رقصِ آشفتگاں
ہمتِ عاشقاں
ایک آتش فشاں

چوک تحریر میں
رات ڈھلنے کو ہے
دن نکلنے کو ہے

شارق علی

ہوتا ہے

ایسا بھی تو ہو سکتا تھا
ہم تم دونوں تنہا ہوتے
کافی ہاؤس میں بیٹھ کے گھنٹوں
اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے
دنیا بھر کے قصے کہتے
امیدوں اور خدشوں کا احوال سناتے
لیکن ہم مصروف بہت ہیں
بچوں کے اسکول کا رستہ
ایک سنہرا خواب ہے جیسے
ہم اس خواب میں یکجا ہو کر
اپنے آپ کو بھول گئے ہیں
شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔
آؤ دونوں مل کر سوچیں
ان مصروف دنوں کا قصہ
اس دن کتنا بھلا لگے گا
جب اس شاخ کے تینوں پتے
رشکِ برگ و بار بنیں گے
اس آنگن کے تینوں پودے
شجر سایہ دار بنیں گے

شارق علی

کم شناس رستوں پر

بیشتر نگاہوں میں
زندگی وہ رستہ ہے
جس پہ سب ہی چلتے ہیں
اپنی آرزوؤں میں
بھٹکتے ہوئے تنہا ۔
نکتہ نظر سے اس
کم نصیب منظر میں
ہم نے کیا نہیں دیکھا ۔

خواہشوں کے صحرا میں
احتیاجِ دنیا کی
تیز دھوپ میں اکثر
سوکھتے ہوئے دیکھا
نوجوان امنگوں کے
خوشنما درختوں کو ۔
بے بسی کے ساحل پر
ڈوبتے ہوئے دیکھا
جراتوں کے سورج کو ۔

کم ہی لوگ ہوتے ہیں
جو سنوار دیتے ہیں
کم شناس رستوں کو
باوفا رفاقت سے ۔

کم ہی لوگ ہوتے ہیں
جو ذرا نہیں ڈرتے
اشتراکِ انساں کی
سرخوشی سے تابندہ
احترامِ آدم کی
آگہی سے پائندہ
کم شناس رستوں پر
ڈھونڈنے نکلتے ہیں
ان کہے سوالوں کے
ممکنہ جوابوں کو ۔
ان کے ساتھ چلتی ہے
ہمتوں کی رعنائی
خواب کی پذیرائی

کم ہی لوگ ہوتے ہیں
جو ذرا نہیں ڈرتے ۔
کم شناس رستوں پر
ان کا یہ سفر جیسے
اجتماعی شہدا کی
سبزہ زار یادوں میں
سنگلاخ کتبے پر
تازہ سرخ پھولوں کی
نوجوان عقیدت ہے ۔

شارق علی

کاش اب بھی ہو ایسا

کاش اب بھی ہو ایسا
سیڑھیوں پہ کالج کی
اب بھی خواب کھلتے ہوں ۔
تابناک جذبوں کی
تیز دھوپ نکلی ہو ۔
بے نشان رستوں پر
آرزو کی یورش ہو ۔
رات کی رفاقت میں
چاندنی کی بارش ہو ۔

سامراجیت کیا ہے
ظلم کس کو کہتے ہیں
امن اور محبت کے
گیت کیسے ہوتے ہیں ۔
ان گنت امنگیں تھیں
بے شمار باتوں میں
حوصلہ دمکتا تھا
بے یقین راتوں میں ۔
وقت ایک بھٹی ہے
جس میں ہم پگھلتے ہیں
اپنی اپنی سوچوں کی
شکل بن کے ڈھلتے ہیں

اور اب وطن سے دور
اجنبی دیاروں کی
سرد مہر راتوں میں
اس کنارِ دریا پر
روشنی کے جھرنے یوں
عکس بن کے گرتے ہیں
جیسے اپنی آنکھوں میں
خواب جگمگاتے تھے ۔
خوش گمان دریچوں میں
دیپ جھلملاتے تھے

اور دل یہ کہتا ہے
وقت کی روانی سے
ہار ماننا کیسا

کاش اب بھی ہو ایسا
ہم نہ ہوں، کوئی ہم سا
دل میں آگ رکھتا ہو
سیڑھیوں پہ کالج کی
اب بھی خواب کھلتے ہوں ۔

شارق علی

فیصلے کی گھڑی

گل مکئی کے نام

میرے لبتے پہ دھبے ہیں، جس خون کے
وہ تمہاری رگوں میں بھی ہے دوڑتا
میری سانسوں میں مہکی ہوئی آرزو
سب کی سانسوں میں ہے
میری آواز ہے، جو کتاب و قلم
سب کی آواز ہے
میری آنکھوں میں، جس خواب کی روشنی
سب ہی آنکھوں میں ہے

آن پہنچی ہے اب
فیصلے کی گھڑی
اب نہ پیچھے ہٹو
آؤ ہمت کرو
آبرومند ہو
آبرو سے جیو
خون آشام ہیں طالبانِ کریہہ
ان کو موقع نہ دو
اب نہ پائیں سنبھل
گھونپ دو ان کے سینے میں
خنجر کا پھل

شارق علی (10.10.2012)

۷۸۶

تم سدا کے ضدی ہو

کتنے خوش گماں ہو تم
اپنی دھن میں رہتے ہو

منطقی حوالوں سے
تم کو کیسے سمجھاؤں
خواب ، لفظ ، سچائی
کچھ نہیں بدل سکتے ۔

وقت کی فصیلوں پر
بے نشاں ہیں جذبے
راکھ میں زمانوں کی
جل بجھیں تمنائیں
زندگی، خزاں کی رُت
خواب، ٹوٹتے پتے

ظلم، بند دروازہ
لفظ ، رائیگاں دستک
سنگدلی، سکوتِ شب
اک صدا سے کیا ہو گا
خواہشوں کے ریلے میں
اِک وفا سے کیا ہو گا۔

لیکن ان دلیلوں سے
تم کبھی نہیں مانے۔

میں تمہاری آنکھوں میں
صاف دیکھ سکتا ہوں
زندگی ، امید صبح
سچ، وجود کی منزل
لفظ، محترم کوشش
خواب، راستہ دل کا۔

گفتگو کی کوشش کو
وقت کا زیاں سمجھو۔
تم سدا کے ضدی ہو
دل کی بات مانو گے
پھر سے خواب دیکھو گے
پھر سے لفظ لکھو گے ۔

شارق علی

SYED RASHID UL AMIN DOW 1985

A well-known, serious and accomplished poet, Rashid-ul-Amin practices in the Middle East. He shared some of the verses he wrote while at Dow.

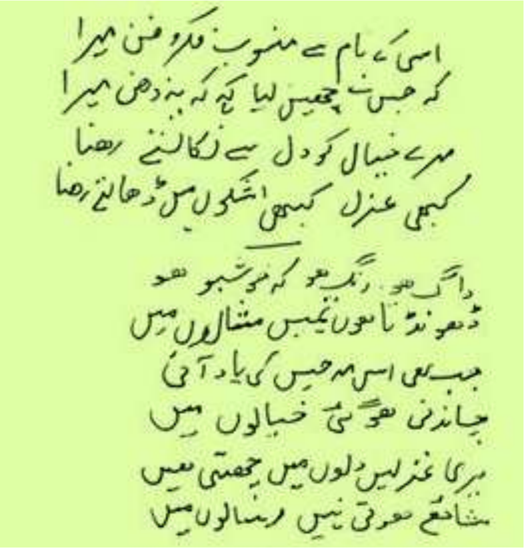

اسی کے نام سے منسوب فکر و فن میرا
کہ جس نے چھین لیا کہہ کے بندھن میرا
مرے خیال کو دل سے نکالتے رہنا
کبھی غزل کبھی اشکوں میں ڈھالتے رہنا

دھاگے ہو، رنگ ہو کہ خوشبو ہو
ڈھونڈتا ہوں تمہیں مثالوں میں
جب بھی اس مہ جبیں کی یاد آئی
چاندنی ہو گئی خیالوں میں
میری غزلیں دلوں میں چھپتی ہیں
شائع ہوتی نہیں رسالوں میں

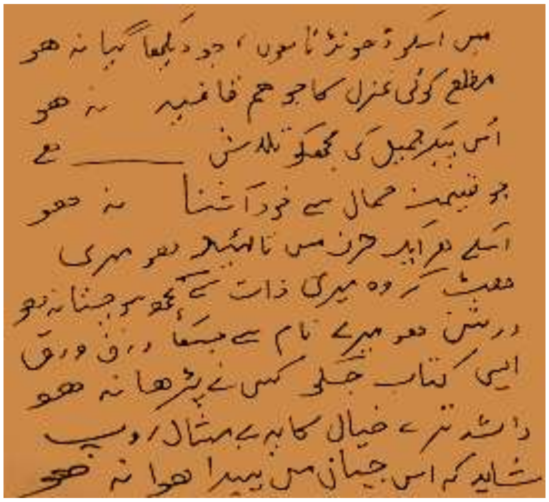

میں اسکو ڈھونڈتا ہوں، جو دیکھا گیا نہ ہو
مطلع کوئی غزل کا جو ہم قافیہ نہ ہو
اس پیکر جمیل کی مجھکو تلاش ہے
جو نسبت جمال سے خود آشنا نہ ہو
ایسے ہر ایک حرف میں تابندہ ہو مری
محنت، گر وہ میری ذات سے مجھ سے جدا نہ ہو
روشن ہو میرے نام سے جسکا ورق ورق
ایسی کتاب جسکو کسی نے پڑھا نہ ہو
راشد ترے خیال کا ہے بے مثال روپ
شاید کہ اس جہان میں پیدا ہوا نہ ہو

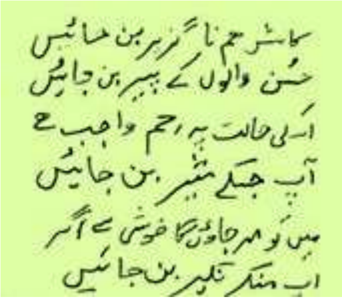

سازش ہم نا گزیر بن جائیں
حسن والوں کے پیر بن جائیں
اس کی حالت پہ رحم واجب ہے
آپ جسکے مشیر بن جائیں
میں تو مر جاؤں گا خوشی سے اگر
آپ منکر نکیر بن جائیں

SOHAIL ANSARI DOW 1983

Sohail is in the practice of pulmonology/respiratory medicine as a consultant physician and located in Southend on Sea, England. He is the Chairman of Essex tuberculosis Network, Chairman of South East Essex Respiratory Strategic Group, Governor (UK) American College of Chest Physicians, Examiner Royal College of Physicians (London) and President of Pakistan Essex Doctors Society.

Sohail distinguished himself at Dow as a person of great literary talent and served as the editor of Dowlite. He writes in both Urdu and English. He has contributed several well researched articles to the DMC Class of 1985 digital magazine related to the history of Karachi.

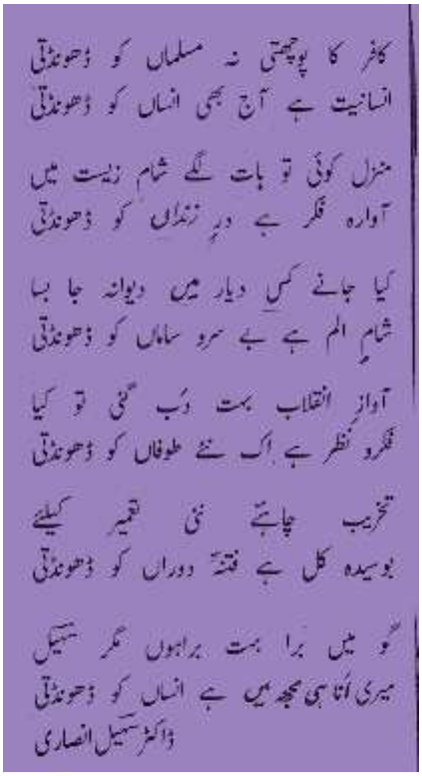

کافر کا پوچھتی نہ مسلماں کو ڈھونڈتی
انسانیت ہے آج بھی انساں کو ڈھونڈتی

منزل کوئی تو بات لگے شامِ زیست میں
آوارہ فکر ہے درِ زنداں کو ڈھونڈتی

کیا جانے کس دیار میں دیوانہ جا بسا
شامِ الم ہے بے سرو ساماں کو ڈھونڈتی

آوازِ انقلاب بہت دب گئی تو کیا
فکرو نظر ہے اک نئے طوفاں کو ڈھونڈتی

تخریب چاہیئے نئی تعمیر کیلئے
بوسیدہ کل ہے فتنۂ دوراں کو ڈھونڈتی

گو میں برا بہت براہوں مگر سہیل
میری اَنا ہی مجھ میں ہے انساں کو ڈھونڈتی

ڈاکٹر سہیل انصاری

محسوس کیا کریں گے وہ غمِ روزگار کا
سودا سروں میں جنکے ہے زلفِ نگار کا
ہر آدمی ہے شہر کا سب سے جنوں پسند
اک مضحکہ بنا ہے ستم شہریار کا
باغوں میں بھالنیوں کے ہیں جھولے پڑے ہوئے
موسم بہار کا ہے کہ موسم ہے دار کا
کھیتوں میں زندگی ہے مگر اسکو کیا کروں
اس دل میں جو نکھار نہیں لالہ زار کا
جب باغباں ہی اپنے چمن کا ہو گلفروش
پھر کیوں نہ جائے روٹھ کے موسم بہار کا
ہے یوں سہیل عرضِ تمنا کا مسئلہ
جیسے کہ مرحلہ ہو رسن اور دار کا

ہر ذرۂ چمن پہ ہے ضو کا اثر عجیب
دار و رسن پہ بھی ہے نمودِ سحر عجیب
بجھ بجھ گئے ہیں عرضِ تمنا کے سب دیئے
پھر بھی رواں ہے روشنیوں کا سفر عجیب
خود مدعی ہے اور وہ منصف بھی خود بنا
یہ بھی ہوا ہے آج ہر اک نوحہ گر عجیب
ہر موڑ پر سجی ہوئی ہے قتل گاہِ زیست
آوارگیٔ فکر کی ہے رہگزر عجیب
سن بے نوائے درد کا قصہ سہیل سے
ہے شہرِ یار دشتِ جنوں کی خبر عجیب

SOHAIL ANSARI

SWEET SWEAT

On the street of shagreen-like life,
As jejune ingénue I shambled
Free as a deer always had a hike
(A deer with musk in hide)
Then arose a fragrance, mutely
With propensity, tried to solve the mystery, cutely
The scent I tried to find in unprofane pang
Pried and wondered the mind mustang
But the fragrance neither arises from fecund pus
Nor from the oozing blood crus
Of deep wounds that rest in my soul
For they are inodorous
Though ephemeral, lingered on as a col
Then inane penumbra shuttered
When my ego muttered
The odour, a psalm and sweet
Is of my own own sweat
And now I
Free as a deer always have a hike
(A deer with musk in hide)

SOHAIL ANSARI

SYED KHALID ANWER: DOW 1986

Syed Khalid Anwer is currently a practicing ophthalmologist in the United Kingdom. He is a versatile individual with a variety of interests, literary and scientific. He writes poetry in both English and Urdu and is a frequent contributor to the DMC Class of 1985 digital magazine.

گلاب

باتیں مختصر
پر کرتی ہیں اثر ہی
دیکھوں دل بھر کے
نہیں بھرتی نظر ہی
خوشبو مختصر
پر پھیلی ہے
چار سو ہے
یہ حسین گلاب
اور ان کی دلکشی ہے
آپ گلاب دے کر تو دیکھیں
گہرے گلابی گلاب
مہکتے محو خواب
یہ پھول دلکش کم خواب
ورنہ زندگی ہو اک سراب

آج

کرنے دو یار ناشتہ آرام سے یار
بھول جاؤ سارے کام اور کاج
نہیں دے رہا ہوں کوئ ڈاج
کرادونگا سارے کام آج
کپڑے بھی دھو دونگا میں
برتن بھی دونگا مانجھ
سلائ اچھی سیکھی ہے پٹارو میں
لگا دونگا اس کے کرتے میں کاج
ترپائ کر دونگا پتلون کی
بٹن بھی قمیضوں میں دونگا ٹانک
صاف کردونگا میں آج گیراج
دھو دونگا تمہاری یہ ڈاج
بیٹھ میرے ساتھ آج
نہ کرو اتنا لاج
ہم بھی ہیں تمہارے سرتاج
پھول پھر جو لایا باغیچے سے
کھل گیا ایک دم سے اس کا مزاج
بولی رومانٹک ہیں آپ کی باتیں
اور شاعرانہ ہے انداز
چھوڑیئے آپ اطمینان سا چائے پیجیئے
میں ہی دیکھ لیتی ہوں کام آج
گلاب نے کام کیا آج
میں نے دینا تھا ڈاج آج

Syed Khalid Anwer

Every Person You ever loved

Every person you ever loved
every person who loved you
Every song you ever sang
Every book you ever read
Every place you ever visited
Your parents, family, friends
Your teachers, your upbringing,
the homes you ever lived in
They are all present inside you
So is every person you ever
Disliked, ignored and who hated you
Each of them is also present within you
All of your history is written on
The walls inside you
It is up to you to let it remain
A presence or make it a present
Writers do make it a present
And write these out
They can read the writing on the wall

Every person you ever loved

Syed Khalid Anwer

DOORS

When one door closes
Other opens
Beckoning
Beguiling
Inviting
Exciting
Exotic
Mystic
There are many doors
To open and close in our lives
Some doors are slammed shut
" no more of that "
Some closed softly
" it was good, but it is over"
Some we keep ajar
In hope
In anticipation
There are many doors in the heart
Some open, relaxed
Taking, absorbing, observing
And when the excitement is piqued
They are shut and others open
To spread the warmth, spread the glow
Closing a door, leaving behind means
Opening new possibilities
Departures entail arrivals somewhere else

Syed Khalid Anwer

What does the Air breathe?

What does the Air breathe?
What does the water drink?
What does the touch feel?
What does the taste taste?
What does the fragrance smell?
What does the thought think?
What does the dream dream?
How do the beats beat?
What does the love love?

THE THOUGHT POLICE

Syed Khalid Anwer

The thought police is after me
Gathering my thinking
Capturing my thoughts
It can leave you distraught
Puzzled, emotions fraught
Ruthless in their thinking
Inflexible in their thoughts
Not concerned about the context
Just the content of the thought
I told them I am enjoying the process
Joyous thinking and delirious thoughts
one should have absolute freedom
of playing with their thinking
tinkering with their thoughts
I even quoted Descartes
'I am, therefore I Think'
it threw a spanner in their thinking
and they scratched their heads,
confused about all the thoughts
they might leave me now
and come after your thoughts
better be succinct about your thinking
clear about your thoughts
I laughed, nice to side step them
To muddle their thinking
Befuddle their thoughts
Trial and tribulations of my thinking
Probing of your inner thoughts
Who could have thought

How do you dominate the Human Heart!
(chink)

How do dominate the human heart
Can you dominate the Ocean
How do dominate the human spirit
Can you dominate the winds
How do dominate the human soul
Can you dominate the volcano
How do dominate the human mind
Can you dominate the Universe
How do dominate human altruism
Can you dominate the sunlight
How do dominate human empathy
Can you dominate the rainfall
How do dominate human creativity
Can you dominate the earth
There has to be a chink
And there definitely is
To dominate human heart, spirit, soul, mind, totally, utterly
A little magic is needed
And contained in four little words
LOVE

Syed Khalid Anwer

T H I N K I N G

(thinking again)

I am very close to my thinking
To me it is very dear my thinking
I have no fear of my thinking
Even when spears are in my thinking sometimes it whispers my thinking
And goes all pear shaped my thinking
And I say oh dear dear, what am I thinking
Then I revert back to some serene thinking
And it then again endears my thinking
There is a lot of flair in my thinking
When it is in top gear my thinking
I know you would be reading this
And thinking.....

Syed Khalid Anwer

IQBAL HASHMANI DOW 1979

Dr. Iqbal Hashmani practices in Karachi. He is a brilliant prose writer as well as a poet. Several of his books have been published. He specializes in a style of poetry called ھائکو.

فردوس بر زمیں
ذرا چشم حقیقت وا کرکے
میرے رفیقِ سفر آ
دیکھ کہ اس بزم جہاں میں
طرب وخوشی کے سمندر میں
رنج والم کے جزیرےہیں
مایوسی کے ساحل ،صعوبتوں کے سفینے
دکھ ہی دکھ ہیں، غم ہی غم ہیں
وہ اک خطۂ زمیں کہ جنت نشاں
ہر سو ہے جہاں اب آہ وفغاں
ہر گاؤں بنا ہے مقتل
ہر بستی خود پہ نوحہ کناں
شمشاد و صنوبر روتے ہیں
اب کیسے کہیں کہ یہ کشمیر
فردوس است بر روئے زمیں
اقبال ہاشمانی

لیڈروں کے نام

ایک پرانے گانے کی پیروڈی

تم دیس کا پیسہ کھالو، تم دیس کو سارا کھالو
چکن کڑاھی ، مغز فرائی، میٹھے چاول ، روٹی
صبح کو حلوہ پوری کھاؤ ، شام کو تکہ بوٹی
بھر رات گئے تک مل کر سب جام پہ جام چڑھالو
تم دیس کا پیسہ کھالو ،

محل سرے میں بنوالو یا رائے ونڈ میں باغ لگالو
ڈیزل شیزل کا پیسہ کھا کر دنیا خوب کمالو
دیس کی نیّا ڈوب رہی ہے اس کو اور ڈوبا لو
تم دیس کا پیسہ کھا لو ،

دیس کے جو بھی کام آئے وہ انسان کہلائے
لیکن جو خود دیس کو کھائے وہ حیوان کہلائے
کھاتے کھاتے نہ پیٹ بھرے تو اپنا آپ ہی کھالو
تم دیس کا پیسہ کھالو، تم دیس کو سارا کھا لو

''صحت مند معاشرہ''

ڈینگی میں پپیتے کا، ہم جوس پلاتے ہیں
فالج میں کبوتر کا ہم خون لگاتے ہیں

ہو جائے اگر یرقان، ملا سے جھڑاتے ہیں
گر ناف اتر جائے، پھونکوں سے چڑھاتے ہیں

مرگی کے مریضوں کو ہم جوتی سنگھاتے ہیں
اعصابی مریضوں کو ہم دھونی دلاتے ہیں

بچوں کے سلانے کو ہم گھٹی چٹاتے ہیں
خسرہ کے مریضوں کو ہم سونا پہناتے ہیں

اک عمر اتائی سے دوا دارو جو لاتے ہیں
جب وقتِ قضا آئے، ڈاکٹر کو بلاتے ہیں

DR. IQBAL HASHMANI

ZEBA HASAN HAFEEZ DOW 1985

Zeba trained and worked as a dermatologist in Karachi, Pakistan before moving to the US in 2000. She worked as a postdoctoral fellow (dermatology research) at the University of California, San Francisco (UCSF), for 3 years. Her internship was at the Texas Tech University at Lubbock and residency in psychiatry at the University of Nevada at Las Vegas. She graduated in June 2008 and then completed fellowship in geriatric psychiatry at UCSF in July 09. She is currently working as staff psychiatrist at the Kaiser Permanente, Santa Rosa, CA. She has several publications and presentations in the fields of dermatology and psychiatry. Writing poetry has been a special interest for her from the time she was 16 years old.

MEETING

A boat
sailed in your eyes
across the years
when we were surely
less intricate

We sat
on a stone bench
and hesitantly
drew together
an old familiarity

Our lives
different
though similar
in many ways

An image of two cars
against receding waves

Our gestures and laughter
tracing the trail
we had left

NORTH CALIFORNIA

Mountains loom

and grape vines_

a dream

of primal green hair..

Branches of old trees

spiral

in the mind

Come spring

and the rosebush,

` delirious

has willed its form

to change

ZEBA HASAN HAFEEZ

Thin Line

As the plane tilts its wings
towards the night sky
the Bay Bridge becomes
a thin line of lights
Across the ocean.
Oakland is
a collage
of geometric shapes.
Precipitous turns
take me where
I ascend
the path of a dream:
Crimson seeds of a
pomegranate gently
separating
from white curtains
Prayer
repeating itself,
a hum, a shade
entwined within

Bellagio

Someone must have sat
on this stone
outside the wooden door
of her home
and looked down
this narrow path
of cobbled steps
to the great light
of this lake

She must have sat here
watching passers-by
hundreds of years ago

The dead duke's gardens
and grottoes
face the lake.
Chestnuts   cypresses   pines..
form their own

patterns of age.

Rhododendrons

have begun to flower

Here is a church

his family visited.

I tiptoe

on its tiles

graves

of ancestors beneath .

Moving to a small museum

statues, busts

bear a family resemblance

outlines of that classic nose

all still

waiting for the duke

ZEBA HASAN HAFEEZ

Things

There are things
that endear themselves to us
inhabit us
old paintings furniture carpets
merge
with an age
we belong to

Our parents' home
the times we walked
barefoot sensing
the unfurling
of leaves
on evening –cool verandahs

This painting in my hallway
stares back at me now
the smoke
rises

from its roof

forming

strange patterns

ZEBA HASAN HAFEEZ

Mesopotamia

In this devastation

I see its face __

birth place of prophets, saints

its insignia defaced.

War returns.

Bodies,

rivers of blood.

The small, resolute band

Karbala

and the ravages

of Genghis Khan.

This century's precision
sword stroke.
A madman's bombs
igniting the skies.

The muezzin's call
to prayer
is winnowed
through Baghdad's palms.

Another dawn

ZEBA HASAN HAFEEZ

TAHIR HUSSAIN DOW 1980

Dr. Tahir Hussain is a well-known physician and educator in Karachi. One of the top students of his batch, Tahir Bhai is professor of medicine and an experienced poet. His style is classical with new thoughts and ideas.

سلسلے ربط کے پابند وفا ھوتے ھیں
ھم یہ کھتے ھیں تو سرکار خفا ھوتے ھین

کاش دیکھیں کبھی مونھ پھیر کے جانے والے
ھاے وہ قرض جو اشکوں سے ادا ھوتے ھیں

تم نے دیکھے نھیں جو، ھم نے گزارے ھیں ، حضور
وہ شب و روز جو مانند سزا ھوتے ھیں

ساتھ چلنا ھے الگ، ساتھ نباھنا ھے الگ
ضابطے رسم کے الفت سے جدا ھوتے ھیں

حرص ،اخلاص کا جب بھیس بدل لیتی ھے
جرم اغراض کے سب نام خدا ھوتے ھیں

کچھ تو فطرت ھے زمانے کی بدل ھی جانا
اور کچھ لوگ بھی ھم رنگ ھوا ھوتے ھیں

جو تمھیں بھول گیا ، تم بھی بھلا دو ، طاھر
یاد رکھنے سے ھر اک زخم سوا ھوتے ھیں

" تصور کس کا آخر یہ ، دل مہجور میں آیا ؟ "

تصور کس کا آخر یہ دل مہجور میں آیا ؟
اندھیروں سے نکل کر ، ذہن انساں نور میں آیا

یہ توفیق الٰهی یا ، کہ جذبوں کی صداقت تھی ؟
ندامت کا جو خم اک گردن مغرور میں آیا

اگر ھو دید کی خواھش ، تو دیکھو دل بڑا رکھنا
وہ اک جلوہ ھی تھا ، جو برق سامان طور میں آیا

مکافات عمل کے فیصلے برحق مگر اے دل
یہ کیا کہ صرف میں ھی حلقہ دستور میں آیا ؟

لگی جب زلف پہ پھبتی کسی آوارہ مصرعہ میں
مزا یاروں کو بڑھ کر تب ، شب دیجور میں آیا

فسانے میں بہت کردار تھے ، طاھر ، زمانے کے
مگر اک نام جو نہ قصہ منصور میں آیا

TAHIR HUSSAIN

"عجیب شخص ھے ؟ سچایوں سے ڈرتا ھے ؟"

وہ اپنی ذات کی تنھایوں سے ڈرتا ھے
عجیب شخص ھے ؟ سچایوں سے ڈرتا ھے ؟

نشان منزل ھستی کو پا نھیں سکتا
سمندروں کی جو گھرایوں سے ڈرتا ھے

عقیدتون کی حقیقت نہ ماننے والا
خور اپنی غرض کی تنگنایوں سے ڈرتا ھے

خیال یار کی بارش میں بھیگنے والا
جمال یار کی رعنایوں سے ڈرتا ھے ؟

میں اس کا عشق مکمل نھیں سمجھتا ھوں
محبتوں میں جو رسوایوں سے ڈرتا ھے

نھیں یہ بات کہ اس کو کوی خبر ھی نھیں
وہ اپنی سوچ کی ویرانیوں سے ڈرتا ھے

معیار عقل پہ ھر شئ کو جانچنے والا
دل و نگاہ کی حیرانیوں سے ڈرتا ھے

TAHIR HUSSAIN

کسی کی کھوج میں ، صحرا بھی جا کے دیکھ لیا
کوئ کھیں نہ ملا ، آزما کہ دیکھ لیا

کوئ ملا تو کبھی چشم تر کی برکھا میں
کسی نے ٹوٹے ھوے دل میں پا کہ دیکھ لیا

کسی نے عرش کو ھلتے ھوے نھیں دیکھا
کسی غریب نے آنسو بھا کہ دیکھ لیا

کسی نے دیپ جلاے ، پہ روشنی نہ ھوی
کسی نے اپنے ھی گھر کو جلا کے دیکھ لیا

کسی کو کیسے کرے کوی رھنما ، پھر سے
کہ جس نے آپ کو رھبر بنا کے دیکھ لیا

کسی کو کوی بھی اپنا بنا سکا نہ کبھی
کسی نے آپ کو اپنا بنا کہ دیکھ لیا

کسی نے عقل سے پوچھا ، جواب کچھ نہ ملا
کسی نے ھوش سے دامن چھڑا کہ دیکھ لیا

TAHIR HUSSAIN

یار بھی ریت کی دیوار سمجھتے ھیں مجھے
میں سمجھتا تھا میرے یار سمجھتے ھیں مجھے

میں بدلتے ھوے حالات میں ڈھل جاتا ھوں
دیکھنے والے اداکار سمجھتے ھیں مجھے

وہ جو اُس پار ھیں اِس پار سمجھتے ھیں مجھے
وہ جو اِس پار ھیں ، اُس پار سمجھتے ھیں مجھے

میں تو یوں چپ ھوں کہ اندر سے بھت خالی ھوں
اور سب لوگ پراسرار سمجھتے ھیں مجھے

نیک لوگوں میں مجھے نیک گنا جاتا ھے
اور گناھگار ، گناھگار سمجھتے ھیں مجھے

TAHIR HUSSAIN

AISHA IDRIS DOW 1987

My name is Aisha Idris aka Aisha Shafiq Thahim After a year of House Job, life stopped making sense. So tentatively I joined Psychiatry as a PG, and thank God for making one good decision.

I am a mother of three, two daughters and a son.I love reading indiscriminately, so that covers all! At any given time, I am reading usually three books at a time, according to the mood at that moment. My eldest daughter 20, doing BBA gives me a feeling of Deja vu! She is so much like what I was in Dow 80's, and definitely more street smart!! My second daughter is 17, and our family's literary gem. My son is 13 and our baby and the heir apparent to his father, being the only son of the eldest son something like British Monarchy!

Other interests are soft music, ghazals, old Indian, Pakistani songs. Follow Pakistani Politics and Cricket for whatever it is worth! For work, I am the proprietor of a modest Psychiatric Unit. It suits me as I can make my own timings. My one unfulfilled fantasy is travelling around the world. Presently I am better described as a social recluse.

کون جانے وقت کتنی مہلت دے
گزرے ہوئے لمحوں کا قرض ہے کچھ
عمر کی نقدی کم نہ پڑ جائے
مگر دل ہے بےچین اس جوئے کیلئے
تو چلو اس کی بھی سن لیتے ہیں
دل نے جو ٹھانا ہے
پھر سوچ بچار کو ایک طرف کردیں
اپنی مرضی کی موت ہی مر لیں

دل ناداں
اب دل نے ٹھان لیا ہے
کچھ تو کر گزرنا ہے
کب تک جی کر مرنا ہے
جان لیا ہے بخوبی کہ
رستہ اکیلا کٹے گا
تہمتیں ہزار لگیں گی
اپنوں کی دوری مارے گی
خون لہولہان کر دے گا
اس طرز پہ رہنا کیونکر
یہ امتحان ہے تو کڑا
آخر میں کیا ہو گا
نہ دنیا فتح کرنے کے زمانے ہیں
نہ آنکھوں میں خواب پرانے ہیں
جستجو نہیں اب خود کو منوانے کی
آرزو ہے فقط خود کو پا لینے کی
بہت سال جھوٹ کے ساتھ گزرے
اب اپنے ساتھ سچا بن کر
کچھ وقت تو گزار لو
یہ مزہ ابھی چکھنا ہے

AISHA IDRIS

بے سبب سی باتیں،
بے سبب کی یادیں،
بےسبب تھی سوچ،
بےوجہ کی امید،
بےجا مسکرانا،
اس کا یوں آ جانا،
یونہی چلے جانا ،
وہ چھوٹی سی آس،
جھوٹی ساری امیدیں،
چرائے ہوئے لمحے،
لگتے تھے زندگی،
وہ کتنے ماہ و سال،
گنوائے اور لٹائے،
دل بد گمان ہو جاتا،
جب آنسو بہاتے،
اور خواب دھندلاتے،
سچی بات یہی ہے،
انتظار بے سبب تھا،
خوش فہمی بے سبب تھی،
آخر دل کو سمجھا ڈالا،
اس کو بھلانا مشکل تھا،
تو رستہ بدل ڈالا،
سب نے جب سمجھایا،
معاف کرنا ہی بہتر ہوتا،
بھلانا بس میں نہ تھا،
سو معاف ہی کر ڈالا

AISHA IDRIS

A Love Ballad

When you are heart broken,
Agony killing your person,
And are truly forsaken,
And when you need someone,
If solitude turns fearsome,
Then remember the one,
Whose love you'd spurned,
The trust you thought cumbersome;
Uttering haughtily sarcasm,
Me being old-fashioned,
Despair , angering you no end.
Maybe when you'll think of me,
And if you ever will need me,
Just call out my name and see,
My door never closed for you
And never will be, believe me!
My heart yours till eternity,
For you there is always me....

The door to my home,
The door to my heart,
The door to happiness,
The door of my being,
All doors will remain open,
For all times to come;
Only for you I'm waiting;
At the doorstep , sitting!!!!

AISHA IDRIS

MUSINGS:

Carefree childhood,
Sunshine seasons,
Children played, fooled
More smiles and games,
Skipping and dancing,
Studying for exams,
Only cause of brood;

Life became more intricate,
Few lines appearing on the slate!
Entering bemusing Teens,
Thirteen, Sixteen, Nineteen;
Years spent at the Dow,exhilarating and how!!!!!
But carefree years ending.

Oh that one covert secret!
So cursed yet so sacred!
But life is now extracting,
Punishing, then rewarding
Losing loved ones hurting,
Gaining little ones rewarding,
A new universe evolving!

So many lessons are taught,
Intrigues, betrayals, deceit,
Life intrepid, still Death Intrinsic!
Making one wonder, marvel
What is Divinity's purpose?
Are there others in the Universe?
Similar, yet so diverse!

Am I the reason or consequence of Creation!!??

Air breathing moodily,
Waters swarming noisily,
Touch incites a Symphony,
Fragrance of jasmine heavenly!!
Thought wandering aimlessly,
Dreams becoming visionary
When heart is beating erratically,
And love turns away blindly;

To become an unwilling witness,
Of error, ignorance and strife!
When all things seem like nothing,
Lord! Bear with my reasoning
Why so much suffering?
Is that the curse of living???

AISHA IDRIS

A Lovely bride

The lonely girl was tired,
The waiting game all over;
She'll finally become a bride,
An end to a bumpy ride!

Arid land thirsty, all dried,
Lusty showers will then hide,
The passion that has died,
Sacred emotions compromised.
Feeling numb, going through motions
The parents now aside,
Don't leave me dad, she cried
Ma don't cry, she smiled
Hansi khusi kar do widah.....
And then the car drived,
Confused, shy, bewildered
Hesitant, she entered,
A new life thence discovered.
Now novelty took over,
Blushing beauty feels smoothered!!
The boy she betrothed,
Has turned into a stranger.
At dawn the morning breeze whispered,
Girl you have to become stronger,
Or face a big disaster;
A woman has taken over,
The lonely, lovely bride.
May God be always with her!
And no one can replace her;
Yesterday's fragile bride;
Is now a strong Mother.

GIEZLA IQBAL DOW 1985

Giezla was not well known as a poetess while at Dow but her poetry shows maturity and sensibility that can only come with experience. She was kind enough to share some of her verses for this anthology.

کیسے پلٹوں میں سمندر سے بھی تشنہ لب
وقارِ تشنگی رکھے کوئ کیا میری طرح
سب کا رونا تو بس ساتھ ھے پروانوں کے
جل کے دیکھے تو کوئ اور بھی شمع کی طرح
دور سے دیکھے ابھرتے ھوءے جب جوش اسکا
لوٹنا موجوں کا دیکھے کوئ ساحل کی طرح
دشمنی میں بھی تو عمر بھر کی رفاقت ممکن
دوستی میں الجھنا کبھی غیروں کی طرح
نور ھی نور پھیلایا ھے ھر سمت اپنے
سینے میں داغ بھی رکھنا مہِ کا مل کی طرح

دل کی آنکھیں بند کرکے ذہن کو پھر کھول دے
کیسے ممکن ہوگا کہ سارے ہی یہ ناطے توڑ دے
کیسے بھولوگےوہ لمحے کیسے بھولوگے وہ پل؟
آج کی موجودگی میں کیسے بھولوگے وہ کل؟
کیسے لو ٹاؤ گے مجھ کو میرا وہ پہلا سکون؟
کیسے واپس دے سکوگے گرچکے جو آنسو؟
رت جگوں کا وہ حساب باقی جو اب بھی رہ گیا
جاگتے سوتےمیں گذرا ایک اک لمحہ گیا
کیسے پھر سے بند کر دوں در کھلا جو ایک دم؟
کیسے روکوں آپ کو اور کیسے روکوں یہ قدم؟
کیسے یہ شکوے زباں پہ آ آکے شرمندہ رہے؟
کاش وہ بھی جان لے کیسے رہے کیوں کر رہے؟
کیسی تھیں وہ مسافتیں کیسے وہ تھے میرے سفر
پہنچا کہیں پہ اور ہوں کھویا گیا ہے ہمسفر
کچھ نہ کہنے کی قسم کھائ ہے تم نے اب بھی کیوں
وہ جو سب کچھ کہ چکے واپس لیا پہلے نہ کیوں؟
توڑنا ہی تھا اگر شیشہ تو کیوں جوڑا میرا؟
رنگ جب بھرنے نہ تھے کھینچا ہی کیوں خاکہ میرا؟
لفظ وہ سارے جو اب اس کے لبوں پہ آ گئے
ان گلوں کا کیا کریں جو بن کھلے مرجھا گئے؟
کیسے اندھی آنکھوں کے اس نور کو چھینوگے تم؟
کیسے بعد اس روشنی کے تیرگی پھر دوگے تو
کیسے دل کی دھڑکنوں کا اب خیال آہی گیا؟
چلتی ہوئ ہر سانس کا کیسے ملال اب آ گیا؟
اتنی لمبی دوستی کرنی ہی تھی تم نے اگر
تو اتنی لمبی زندگی ہی مانگتے ہم بھی پھر
مجھ کو میرا بیتا کل گر دے دیا تم نے کبھی
ساری باتیں ساری یادیں لو ٹائیں گے ہم بھی تبھی

SAMNEENA KHAN DOW 1985

Sameena Khan has blossomed rather late but has made a lot of progress as a poetess in a short period of time. She mostly writes in blank verse although she has written some powerful ghazals as well.

پہیلی
سچی جھوٹی باتیں کر کے
زور زور سے ہنستے ہنستے
اپنا بھید چھپاتی ہے
تو آنسو پی جاتی ہے

دل کے اندر گھور اندھیرا،
روشنیاں گھر میں
اجلی دیواریں
گویا اک رنگوں کی برسات

نس نس میں ہے درد بھرا
اور روح پہ چھالے ہیں
آنکھوں میں تو چمک ہے
لیکن دل میں نالے ہیں

ان روگوں کو، ان زخموں کو
خوب چھپاتی ہے
گیت خوشی کے گاتی ہے
آنسو پی جاتی ہے

پر یہ بھی تو ممکن ہے گوری
سب کچھ ویسا ہو
روشن روشن، اجلا اجلا،
جیسا دکھتا ہے؟

دل کے آنسو، روح کے چھالے...
یہ سب کچھ اک دھوکہ ہو؟
ایک بھیانک خواب، جو تجھ کو روز
ڈراتا ہو؟
جب سورج کی کرنیں آ کر تجھے
جگاتی ہوں
آنکھیں کھلتے ہی یہ منظر اوجھل ہوتا
ہو

کالے سائے، بہتے آنسو
سب غائب ہو جاتے ہوں؟

ممکن ہے کہ اصل میں سب کچھ
بالکل ویسا ہو،
جسے تیرا گھر
رنگین، روشن سجا ہوا
اور خوشیوں سے بھرپور... ؟

ریا کار

جھوٹی آنکھیں کالا دل اور اجلا چہرہ
میٹھا لہجہ نرم ہنسی، اور پتھر دل
پر ہونٹوں سے پیار کے نغمے جاری ہیں
امن و امان کے گیت سنائے جاتے ہیں

دل میں ان کے زہر بھرا ہے، نفرت ہے
باہر لیکن الفت کے رنگوں سے بنی
رنگ برنگی چادر اوڑھے پھرتے ہیں
دنیا کو دیوانہ بنائے جاتے ہیں

دھوکے اور فریب کی دنیا کے باسی
جیب میں خنجر دل میں نفرت ذہن میں سازش کا انبار
اسے جیتے ہیں جیسے کوئی مردار
اپنا لاشہ سرخ کفن میں اپنے کندھے پر لادے
ایک بے کار فضول سفر پہ جاتا ہو
بے منزل گھنگھور اندھیرا
جس کا کوئی انت نہیں ہے

SAMEENA KHAN

جنوری کی پہلی شام
خنک اور یخ بستہ برفیلی ہوا
دھندلا دھندلا آسماں
چاند بھی مدھم پڑا
...تارے بھی کمہلائے سے ہیں

...کیوں مجھے لگنے لگا
کہ جیسے میرا دل ہو یہ
،زندگی کی روح افزا
جاں فضا گرمی سے دور
روشنیوں سے پرے
...برف کے تاریک کہرے میں اٹا

جنوری کی پہلی شام
میرے دل کے خنک دالانوں کی
مانند
آج پھر ویران ہے
...ہاں بہت سنسان ہے

SAMEENA KHAN

دل مضطر بتا تو
دل و جاں میں یہ کیسی بیقراری،
بے کلی سی بھر گئی ہے
میری دھڑکن کو یہ کیا ہو رہا ہے
یہ کیوں ہے اتنی بے ترتیب و بےربط
دل مضطر بتا تو
یہ کیوں لگتا ہے مجھ کو
جیسے کچھ ہونے کو ہے...
یا شاید ہو چکا ہے؟

سب کی اپنی اپنی دنیا ، سب کے اپنے خواب
اپنے آپ میں ہر کوئی ڈوبا، تیرا کس کو پاس ؟

اپنے اپنے دکھڑے لے کر پاس جو تیرے آئیں
امیدیں نہ باندھ تو ان سے. رکھ نہ کوئی آس

کوئی نہ تجھ کو دیکھنے والا. کوئی نہ سننے والا
اپنا درد بٹا لے خود ہی، آپ بجھا لے پیاس

بھیتر بھیتر رو لے گوری، کوئی نہ پوچھے تجھ کو
سجنا بھی پردیس سدھارے کر کے تجھے نراس

کوئی نہ پوچھے تیرے آنسو دکھ نہ کوئی بانٹے
یہاں پہ تیرا کوئی نہیں صرف درد ہے تجھ کو راس

کیوں تیری آنکھیں ہیں بوجھل کیوں یہ دل ہے بے کل
غم کے ماروں کی دنیا کے، کوئی نہ پھٹکے پاس

دل کے اندر گہری جھیلیں آنکھیں بنجر صحرا
اندر اندر بہتے جائیں ستلج اور بیاس

SAMEENA KHAN

ایک نا مکمل سی نظم
میرے الفاظ میں وہ جادو ہے
آگ پانی میں لگا دیتے ہیں
ہر طرف پھول کھلا دیتے ہیں

سرخ بھولوں سا دہکتا ہوا، بہتا پانی
گرم لاوے کی دہک
ہر طرف جادوگری
روشنی آنکھ کو خیرہ کر دے
لفظ جھلمل کریں جگنو کی طرح

دل کی دھڑکن میں چھپی تھاپ پہ
دکھ درد کی چبھتی ہوئی دھن
شوخ آواز میں کانوں میں بجے
جسم کا سرخ لہو
تیز بہے
اور ذرا تیز بہے

آگ پانی سے ہو یوں ہم آغوش
جیسے سالوں کی جدائی کے بعد
بچھڑے محبوب ملا کرتے ہیں
آگ بھی آگ نہیں رہ پائے
اور پانی میں بھڑکتے شعلے
دل جلانے سے گریزاں ہو کر
رنگ اور روشنی کے آہنگ پر
رقص کریں

درد کی لے پہ سبھی رقص کریں
اشک بھی مسکرا کے دیکھیں انہیں
ماہ و انجم بھی ان پہ رشک کریں

SAMEENA KHAN

دوستی
ہماری دوستی...
جو تھی اک ماورائی شے

وہ رشتہ...
جو ہمیں
ہر دوسرے رشتے سے زیادہ
اچھا لگتا تھا

وہ سارے خوشنما
اور زندگی کے خوبصورت
سات رنگوں سے بھرے
پر لطف اور بے فکر لمحے

وہ اک دوجے بنا اک پل نہ رہنا

کھنکتی وہ ہنسی
اور بے فکر آزاد
دن اور رات

وہ اک اک بات پہ
بے وجہ ہنسنا، کھلکھلانا
وہ منہ سے بات ادا ہونے سے پہلے
دوسرے کی بات کو پانا

تعلق اتنا گہرا جو مثالی تھا

ہمیشہ ساتھ رہنا
سیڑھیوں پہ بیٹھنا گھنٹوں
وہ کڑوی چائے، جس میں
شہد کی جیسی حلاوت تھی

وہ لڑنا اور پھر خود سے ہی من جانا
وہ چھوٹے چھوٹے تحفے
جن میں قیمت سے زیادہ جذبے شامل تھے
وہ گھنٹوں گپ لگانا
وہ باہم مل کے گوسپ میں مگن رہنا

بھروسہ اتنا گہرا
جس کو کوئی توڑ نہ پائے
محبت کے ہر اک رشتے سے پیارا

تعلق دوستی کا

وہ اک انمول رشتہ،
بن بتائے جس میں ہم،
اک دوسرے کے دل کے اندر
جھانک لیتے تھے
کوئی کیوں چپ ہے، ہم یہ جان لیتے تھے،
نگاہوں میں چھپے جذبے،

خوشی اور غم
بنا پوچھے انہیں پہچان لیتے تھے

تو پھر کیا ہو گیا ہم کو ؟

بظاہر تو ہماری دوستی اب بھی مثالی ہے
وہی وارفتگی اور خوش دلی
پہلے کی مانند
یا شاید اس سے بھی زیادہ نظر آئے

وہی ہنسنا، وہی حاضر جوابی
وہی تحفے تحائف
جو پہلے سے کہیں زیادہ ہیں مہنگے

مگر لگتا ہے جسے کچھ کمی ہو

وہی چائے کی محفل،
مگر نہ جانے کیوں
اس میں بھی جیسے اک خلا سا ہو
اگرچہ چائے اب کڑوی نہیں ہے
اعلی ہوٹل میں بنی ہے
نہ جانے وہ مزہ کیا ہو گیا ہے؟
کہاں وہ کھو گیا ہے

ہمارے قہقہے اب وہ نہیں ہیں

گو ان میں شور زیادہ ہے
تو پھر مجھ کو یہ بدلے سے ہیں کیوں لگتے؟

بھلا کیا ہو گیا ہے؟

وہم شاید ہو میرا...
مگر خوشحال سے ان قہقہوں میں
زندگی کم، اور نمائش بڑھ گئی ہے
ہم ہنستے کھلکھلاتے، ہائی ٹی پیتے
بظاہر ویسے ہی لگتے ہیں
جیسے برسوں پہلے تھے
یا شاید زیادہ ہی خوشحال اورقابل؟

مگر کچھ کھو گیا ہے

ہمیں اک دوسرے کی آنکھ میں جھانکے ہوئے
برسوں ہوئے ہیں
ہمارا غم "ہمارا" ہو گیا ہے
کہ کوئی ایک دوجے سے
کبھی اب یہ نہیں کہتا

" کچھ اپنا دکھ سناؤ تم !"

SAMEENA KHAN

دھیرے دھیرے رات بھی ڈھلنے لگی
زندگی بھی ساتھ ہی جلنے لگی
قطرہ قطرہ شمعیں گل ہوتی گئیں
رفتہ رفتہ شب بسر ہونے لگی
نیند میں ڈوبے پرندے کھو چلے
سرخ آنکھوں میں چبھن ہونے لگی
تیرگی کا ساتھ کیا دیتی سحر
وہ بھی آخر تھک کے شل ہونے لگی
زندگی کی شام یوں ہونے لگی
عمرکی نقدی ختم ہونے لگی

SAMEENA KHAN

SALEEM A KHANANI DOW 1985

Saleem is a practicing hematologist and medical oncologist in the USA besides indulging in some light poetry. He also edits the DMC Class of 1985 digital magazine.

دل نے ٹھانی تھی غزل کہنے کی
تجھ سے کچھ کہنے کی کچھ سننے کی
جو تیرے حسن کی توصیف کرے
ڈھونڈھ کے لائوں وہ الفاظ کسی نگری سے
جس میں خوشبو ہو ایسی کسی بستی سے
جھلملاتےہوئے تاروں کی طرح
پھول سے مہکے ہوئے
رنگ بھرےہاروں کی طرح
وہ غزل جس کے ہر مصرع میں ہو حسن تیرا مخفی
قافیہ ایسا ہو اس کا اور ردیف ہو ایسی
بس الجھتا رہا الجھن کو میں سلجھانے میں
نور سا پھیل گیا اس طرح سے ویرانے میں
جیسے یک دم کسی بادل سے نکل کر
نور مہتاب بکھر جائے فلک پر
کھلکھلا کر یہ کہا اس نے کہ اے شاعر
مانتی ہوں تجھے لفظوں کا میں اک جادوگر
حسن کاغذی لفظوں میں سما سکتا نہیں
عکس ایسا کوئ آئینہ دکھا سکتا نہیں
حسن کو میرے نہ لفظوں کا طلبگار سمجھ
یوں حراساں تو نہ ہو لفظوں کے ڈر سے
تو مجھے سوچ ذرا اپنے ہنر سے
بس مجھے دیکھ تیرے دل کی نظر سے

بیوفائ کی نہ کرہم سےتوقع ناصح
ہم نے پیمانہ سے پیمان لگا رکھا ہے
دست قدرت نے بنا کر تجھے پوچھا مجھ سے
دیکھنا ہے کہ تیری دید میں کیا رکھا ہے
آج نہ روک سکے گا مجھے رسوائ کا بند
دیدۂ شوق نے طوفان اٹھا رکھا ہے
آج تو شام کے سائے بھی خفا لگتے ہیں
صبح کی دھوپ نے یوں مجھ کو جلا رکھا ہے
دل کہ سنبھلا تھا ابھی تجھ سے بچھڑ کر لیکن
وقت نے پھر سے تیرے سامنے لا رکھا ہے

لڑکھراتے ہوۓ قدموں سے رواں
رقص بہ آتش دل شعلہ فشاں
جسم پگھلا ہے مگر روح جواں
سوی منزل می رود عمر رواں

SALEEM A KHANANI

نا ستانے کی مجھے اس نے قسم کھاۓ ہے
یہ ہواۓ کسی دشمن نے اڑاۓ ہوگی
کہ دیا اس نے تمہیں خواب میں دیکھوں گی میں
عمر بھر لگتا ہے پھر نیند نہ آۓ ہوگی
حسن بڑھتا ہے تیرا مجھ سے بگڑ کر ایسے
چاندنی چاند سے پھر روٹھ کے آۓ ہوگی
نقد جاں تجھ سا خریدار طلب کرتی ہے
کل تلک میری تھی پر آج پراۓ ہوگی
نام ابھرا ہے ترا راکھ پہ جلتے دل کی
صحن گلشن میں کبھی آگ لگاۓ ہوگی

چل دیۓ وہ میری شاخوں کو برہنہ کر کے
یہ ادا تو اسے موسم نے سکھاۓ ہوگی

SALEEM A KHANANI

INSPIRED BY ALLAMA MOHAMMAD IQBAL

رفتم که طایران حرم را کنم شکار
تیری که نافکنده فتد کارگر بده
خاکم به نور نغمۂ داؤد بر فروز
هر ذره مرا پر و بال شرر بده

O Lord! Give me a heart
Not just beating unaware in the chest
of mere bones and flesh
Make it conscious of its own rhythm
Let me not just drink aimlessly
Give me the vision to see the wine dance in the cup
Flying I am to prey upon the birds of Harem
Give me the strength to free them from the captivity
Of their own limits
Let me make them fly to see
The world that lies outside
Pulsating with desire to be explored
I am nothing but a handful of dust
Throw me around
Let every particle of my being
Be ignited by the Song of David
Let the mountains move with my words
Let the valleys echo my thoughts

SALEEM A KHANANI

A poem for my friends with whom I never spoke

Interesting
Did we ever speak to each other
During the seven long years at Dow?
Relationship does not need words for its expression
What joins the hearts is durable
What binds the mind is stronger
What tickles the intellect is delightful
A friendship fostered
By an environment shared
By a school attended
By a book enjoyed in mutual contemplation
By a poem written in response
To a friend's in unintended suggestion
It is just priceless

SALEEM A KHANANI

I cry and cry
And then I dream
And in my dreams
I see nothing but you
I see you everywhere
I see you so much
My dreams shall come true
You must come!
And then there is this solitary breeze
And a lonely cage
The breeze carries no news about you
And I can sit face to face
With the lonely cage
And cry and cry so much
That I see you in my dream
I see you everywhere
I see you so much as if
You have arrived
You sit by my side
And smile
And then the solitary breeze
And the lonely cage

SALEEM A KHANANI

SHAFQUAT MAHMOOD DOW 1985

Shafquat was highly respected as a poet during the college days. He continues to write poetry and has been working on publishing his collection.

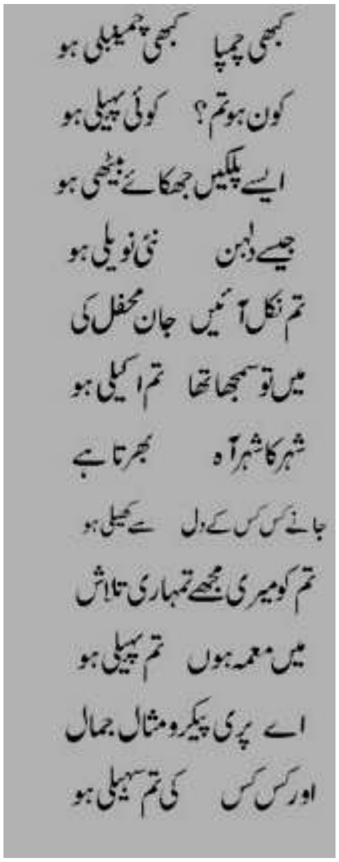

کبھی چمپا کبھی چمبیلی ہو
کون ہو تم؟ کوئی پہیلی ہو
ایسے پلکیں جھکائے بیٹھی ہو
جیسے دلہن نئی نویلی ہو
تم نکل آئیں جانِ محفل کی
میں تو سمجھا تھا تم اکیلی ہو
شہر کا شہر آہ بھرتا ہے
جانے کس کس کے دل سے کھیلی ہو
تم کو میری مجھے تمہاری تلاش
میں معمہ ہوں تم پہیلی ہو
اے پری پیکر و مثال جمال
اور کس کس کی تم سہیلی ہو

رفاقتوں سے گریز کرنا
محبتوں کو بھلائے رکھنا
قریب ہو کر بھی دُور رہنا
وہ فرقتوں کے عذاب دینا
ترا یہ طرزِ حیات جاناں
تجھے مبارک ! تجھے مبارک !
قسم ہے تجھ کو مگر نہ کہنا
تجھے محبت سی ہو گئی ہے

(۲)

تری یہ تصویر پاس رکھ کر
اسے ہی تکنا ، تکے ہی جانا
مجھے تو محسوس ہو رہا ہے
کہ دُور رہ کر بھی پاس ہے تو
عجیب سا اک فسوں ہے طاری
مگر کہیں تو چلی نہ آئے
فسوں زدہ رات ڈھل نہ جائے
مجھے تو عادت سی ہو گئی ہے

SHAFQUAT MAHMOOD

خدشہ و خواہش

اداس لمحوں کی کھیتیوں میں
مسرتوں کی نمو ہے جاری
مسرتوں کی اسی نمو سے فضائے ہستی مہک اٹھی ہے
مری تمنا کے سارے جگنو
عجیب نوری لبادہ اوڑھے
شب سیہ میں ستارے بن کر چمک رہے ہیں
دمک رہے ہیں
تمام شب ایک جشنِ پیہم
تمام شب ایک رقصِ مستی

مگر ہے خدشہ عجیب یہ بھی
یہ جشنِ پیہم، یہ رقصِ مستی
مسرتوں کی علامتیں سب
کہیں محض ایک خواب نہ ہوں
اگر یہ سچ ہے تو کھل نہ پائیں
یہ میری آنکھیں، یہ میری آنکھیں

مری ہے خواہش شدید یہ بھی
کہ زندگی کی تمام خوشیاں
مسرتوں کے تمام پہلو
حقیقتیں ہوں
صداقتیں ہوں
اگر یہ سچ ہو تو بند نہ ہوں
یہ میری آنکھیں، یہ میری آنکھیں

SHAFQUAT MAHMOOD

SYED RAZI MUHAMMAD DOW 1985

Syed Razi Muhammad is practically speaking the poet laureate of the class of 1985. An outstanding poet whose mastery extends over different genres of poetry, he won laurels in the various poetry competitions during college life. An outstanding human being, he is a well-known surgeon and educator in Pakistan.

اکیلے پن کا نہ تکلیفِ ماہ و سال کا ہے
ملال اب جو بچا ہے، ترے ملال کا ہے

ترے سوال کا ہر گز نہیں ملال مجھے
ترے سوال سے نکلے مرے سوال کا ہے

تجھے گلہ ہے کہ اس میں نہیں ہے تو موجود
یہ آئینہ تو بنا ہی ترے خیال کا ہے
اگر میں جیت کے ہارا ہوں عشق کی بازی
قصور میری انائے شکستہ حال کا ہے

یہ آگہی ترے لمحاتِ ہجر نے بخشی
جو رائیگاں گیا موسم، ترے وصال کا ہے

یہ زندگی یونہی چپ چاپ بیت سکتی تھی
گلہ ہے خود سے بہت اور عرضِ حال کا ہے

اگر یہ حد ہے بلندی کی پیار میں تو رضی
اب اس کے بعد ہر اگلا قدم زوال کا ہے

نئے اسلامی سال کی مبارک باد ملنے پر
مجھے خوش ہونا اور خوشیوں بھرے کلمات سننا اچھا لگتا ہے
مگر بچپن میں جب امی پریشاں حال ہوتی تھیں
تو خوشیوں کے سبھی اظہار بے موقع بھی لگتے تھے
اور ان میں جیسے گستاخی بھی لگتی تھی

سو جب بھی خاندانِ احمدِ مرسل ص کے غم کی ابتدا کا روز آتا ہے
تو میں تہوارِ دنیاوی نظر انداز کرتا ہوں
غمِ شبیرع میں شرکت بصد اعزاز کرتا ہوں
اسی نسبت پہ ہر نسبت سے بڑھ کر ناز کرتا ہوں

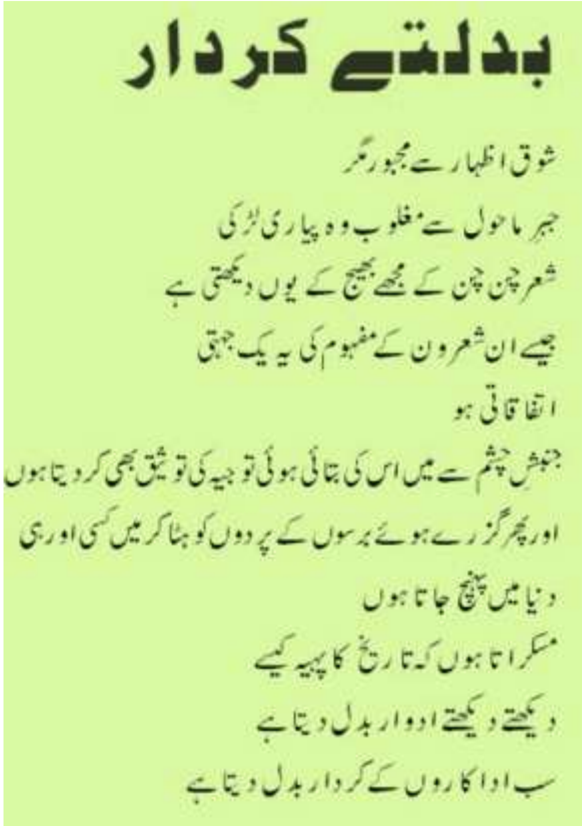

بدلتے کردار

شوقِ اظہار سے مجبور مگر
جبرِ ماحول سے مغلوب وہ پیاری لڑکی
شعر چن چن کے مجھے بھیج کے یوں دیکھتی ہے
جیسے ان شعروں کے مفہوم کی یہ یک جہتی
اتفاقاتی ہو
جنبشِ چشم سے میں اس کی بتائی ہوئی توجیہ کی توثیق بھی کر دیتا ہوں
اور پھر گزرے ہوئے برسوں کے پردوں کو ہٹا کر میں کسی اور ہی
دنیا میں پہنچ جاتا ہوں
مسکراتا ہوں کہ تاریخ کا پہیہ کیسے
دیکھتے دیکھتے ادوار بدل دیتا ہے
سب اداکاروں کے کردار بدل دیتا ہے

SYED RAZI MUHAMMAD

غلبئہ ضبطِ فغاں، جزوی ہے، لمحاتی ہے
فوجِ غم دل کے کہیں پاس ہی منڈلاتی ہے
مطلبِ مرگ تو کچھ اور تھا جانے والے
تو نے بتلایا یہ تنہائی بھی کہلاتی ہے
منکشف آج ہوا مجھ پہ کہ مجھ میں اک شے
تجھ سے ملنے سے ، ترے قرب سے گھبراتی ہے
اپنے ہی جسم کے کچھ باغی تقاضوں سے کھلا
کیسے اپنوں کی وفاداری بدل جاتی ہے
تم تو تحقیق کے خواہاں ہو، مگر میرے یہاں
مختلف سوچ ابھی جرم ہی کہلاتی ہے
جو خدا والے ہیں، تھراتی ہے دنیا ان سے
جو طلب گار بھکنے کے ہیں ، بھکاتی ہے
یوں تو سیدھی ہی چلی جاتی ہے یہ راہِ حیات
راہِ الفت جہاں مِل جاتی ہے، بل کھاتی ہے
یوں تو ہر دل میں محبت کے ہیں اسرار جدا
اک پر اسرار سی یک سمتی نظر آتی ہے
میں نے اس میں بھی کئی راستے ڈھونڈے ہیں رضی
یہ جو تم لوگوں میں آوارگی کہلاتی ہے

SYED RAZI MUHAMMAD

ڈیڈی کے لیے ایک نظم (چھ ستمبر ۲۰۰۲ بروزِ جمعہ)

مجھے ڈیڈی کی اُنگلی تھام کر چلنے کی لذت یاد آتی ہے
عجب ایام بے فکری تھے جن میں
فقط بڑَ ھنے کی خواہش تھی
ذرا سی لڑکھڑاہٹ پر کئی بازو لپکتے تھے
دُعائیں دیتے ہونٹوں کو دُعائوں سے کبھی فرصت نہیں تھی
کوئی دشمن نہیں تھا اور پناہیں حد سے زائد تھیں
بلا ئیں دور تھیں پھر بھی دعا ئیں حد سے زائد تھیں

عجب مدہوش لمحے تھے، کہ جب تک تھے
تو اُن کے بیتنے کا کوئی خدشہ تک نہیں تھا
مگر جب جل بجھے تو
بجھ گئی جینے کی خواہش بھی
دلِ صد چاک کو سینے کی خواہش بھی
سبوئے زندگی پینے کی خواہش بھی

میں کتنا بے بضاعت ہوں

مگربچپن میں وحئی آسمانی کی طرح مجھ پر
جو لمحہ لمحہ اُتری تھی وہ شفقت یاد کرتا ہوں
جو نغمہ بن کے میرے باپ کے ہونٹوں سے نکلے تھے
میں اب اُن سارے لفظوں کی بشارت یاد کرتا ہوں
وہ اڑسٹھ سال کی جہدِ مسلسل کر کے لوٹے ہیں
میں تینتالیس برسوں کی رفاقت یاد کرتا ہوں

فقط موجودگی اُن کی مرے حق میں وہ نعمت تھی
جو میرے تجربوں کو اور محسوسات کو تبدیل کرتی تھی
جو بن بولے ہوئے ہی پھوٹتے تھے ان کے اندر سے
مری ہر سوچ ان احکام کی تعمیل کرتی تھی
مجھے اپنے ادھورے پن کا بھی احساس تھا لیکن
انہیں کی ذات میری ذات کی تکمیل کرتی تھی

عجب اِک لمس تھا اُس دستِ شفقت کا مرے سر پر
عجب قوت تھی جو آغوش کی گرمی سے آتی تھی
عجب تھا حوصلہ جو دن میں شیروں سے لڑاتا تھا
عجب تسکین تھی جو رات میں نیندیں بلاتی تھی

میں اکثر سوچتا تھا آپ میں ہوتیں نہ اتنی خوبیاں
تو بھولنا آسان ہو جاتا
مگر میں جانتا ہوں آپ پر جو فخر ہے مجھ کو
وہ غم کے بوجھ کو سہنے میں میرا ساتھ دیتا ہے
درونِ کذب سچ کہنے میں میرا ساتھ دیتا ہے
بغیر اَسباب کے رہنے میں میرا ساتھ دیتا ہے

یہ فخرذات، منطق اور مذہب مل کے میری زندگی کو تھام لیتے ہیں
مگر جب وقفے وقفے سے ہوائے درد چلتی ہے
تو سینہ پھٹنے لگتا ہے
خیالوں کی تمازت سے کلیجہ جلنے لگتا ہے
اُمنگوں کا پیالہ قطرہ قطرہ کر کے خالی ہونے لگتا ہے
دُکھوں کی اوٹ میں پھر آپ کا بیٹا دوبارہ مرنے لگتا ہے

مجھے بتلائیے ڈیڈی
میں اب کس کو بتائوں کون سمجھے گا کہ میں کیا ہوں؟
میں اپنے قلب کی پوشیدہ گرہیں کس پہ کھولوں گا؟
نہ گر میں بول پایا آپ ہی سے، کس سے بولوں گا؟
اجازت دیں گے تو میں آپ کے مرقد پہ رو لوں گا

وگرنہ دُکھ میں گھلتا جا رہا ہوں، رو نہیں سکتا
اکیلا وحشتوں میں گھر گیا ہوں، سو نہیں سکتا
مرے ڈیڈی! کبھی میں آپ جیسا ،ہو نہیں سکتا

ایک شکریے کے جواب میں

اسے کہنا کہ ہم اتنی وفا کر ہی نہیں پائے

نہ اتنا پیار دے پائے

کہ جتنا چاہتے تھے

اور اس کا حق بھی بنتا تھا

اسے کہنا کہ پھر بھی گرد بکھری داستانوں میں

وفاوں کی، محبت کی

مثالیں جتنی ملتی ہیں

ہمارے دل میں اس کا پیار ان سب ہی سے بڑھ کر ہے

اسے کہنا کہ جب کوئی کسی کے گھر کو اپنے اور اپنے پھول سے بچوں سے اک جنت بنا دے

تو اس کے پیار کا قرضہ کوئی کیسے اتارے گا؟

اسے کہنا ہماری سانس میں اتری وفائیں اور محبت

گو پہاڑوں سے بھی اونچی اور سمندر سے بھی گہری ہیں

مگر بچوں کی صورت میں جو نعمت اس کے ذرئیے سے ہمارے گھر میں اتری ہے

وہ اتنی ہے کہ جس کا بدلہ کوئی دے نہیں سکتا

اسے کہنا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظوں کے کھلاڑی

اپنی ہی حالت بیاں کرنے سے قاصر ہوں

اسے کہنا کہ یہ کم مائیگی جو مرد کی قسمت میں لکھی ہے

اسے اپنی وفا کی اوڑھنی کے پلو میں مستور کر لے

اسے کہنا کہ ہم کو معاف کر دے

اور محبت اور وفا کو ناپے اور تولے بنا منظور کر لے

روشنی چاہیے کس مول ملے گی صاحب؟
نقدِ جاں ہے مرے پلو میں، چلے گی صاحب ؟
اے طلب گارِ وفا، یہ ہے اصولِ بازار
جنس کم ہو گی، تو قیمت تو چڑھے گی صاحب
زندگی بھر کی مشقت کا صلہ، ایک سوال
اب یہ گاڑی کبھی پٹڑی پہ چڑھے گی صاحب ؟
دل کے تالاب کے ٹھہرے ہوئے سناٹوں میں
سنگ پھینکو گے تو ہلچل تو مچے گی صاحب
زندگی کیا، کسی مزدور کی بیگار ہوئی
اور اسی طرح سے باقی بھی کٹے گی صاحب
اب افسانے کا یہ انجام نہیں بدلے گا
اب یہی فلم ہر اک بار چلے گی صاحب

تم چلے جاؤ گے تو بھی یہی منظر ہوں گے
بس یہ دنیا مری دنیا نہ رہے گی صاحب
مسترد دل کی تلافی نہیں ہوتی کچھ بھی
بن بھی جائے گی تو نہ اب بات بن ے گی صاحب
میری خدمت، مری عزت کے مقابل رکھو
پورا تولو گے، تبھی بات بنے گی صاحب
سانپ تو آئیں گے اس گھونسلے کی سمت مگر
چڑیا مر کر بھی نہ انڈوں سے ہٹے گی صاحب
یہ تو معلوم ہے ڈھل جائے گی یہ رات رضی
کتنی قربانی مگر لے کے ڈھلے گی صاحب

SYED RAZI MUHAMMAD

QAMBAR RAZA NAQVI DOW 1982

Qambar Raza Naqvi distinguished himself as a poet of considerable merit while still at Dow. He is a prolific poet with a distinct style besides being a psychiatrist in the United States.

کاش دنیا میں اگر ہم بھی ریاضت کرتے
ہم بڑے فخر سے قوموں کی اِمامت کرتے

دال روٹی کا ہمیں بھاو پتہ چل جاتا
ہم کسی روز زرا خود سے بغاوت کرتے

کیا کریں کوی خدا ہم کو مکمل نہ ملا
شوق تو تھا کہ کبھی ہم بھی عبادت کرتے

خدا کا شکر کہ بے ہوش اپنے حال سے ہیں
ہم اگر ہوش میں ہوتے تو قیامت کرتے

ملکۂ حُسن تھے ، چھوٹے سے خدا تھے تم تو
کیا بگڑ جاتا اگر ہم پہ عنایت کرتے

ہمارے پاس تو دنیا میں نہ بچتا کچھ بھی
سوچا سو بار کہ نیلام شرافت کرتے

روتے روتے اگر وہ خشک نہ ہوتے قمبر
حالِ دل آنسووں سے ہی عبارت کرتے

دُشمنوں کو دوستوں میں شمار کیا جا سکتا تھا
جو کچھ کہہ چُکے تھے، اُس سے انکار کیا جا سکتا تھا

اُٹھ گیی اب تو زمانے سے ہے وقعت میری
ایک زمانہ تھا کہ میرا بھی اعتبار کیا جاسکتا تھا

آبیاری کے لیے کم تو نہیں تھے آنسو
یہ صحرا بھی گُل و گلزار کیا جا سکتا تھا

ہم کو درکار تھا کہ پھول زہن میں کِھلتے
خزاں کو یاد کے پھولوں سے بہار کیا جاسکتا تھا

چاہیے تھا کہ حقیقت سے عقیدت کرتے
خبر کو اس طرح اخبار کیا جاسکتا تھا

کھول کر دیکھتے ہم جو اَنا کا دروازہ
ذہن کو سوچنے پر تیار کیا جاسکتا تھا

کیا کریں پڑھنے نے قمبر کیا ہے خوار ہمیں
در گُذر نوشتۂ دیوار کیا جاسکتا تھا

QAMBAR RAZA NAQVI

تھی تمنا کہ کبھی ، ہم کو سراہتا کوئ
ہم سے جھوٹے کو سہی ، دل تو لگاتا کوئ

ہم تمناے ملاقات میں غزلیں لکھتے
وعدہ کرتا تو سہی ، ملنے نہ آتا کوئ

ساتھ رہنے کا مزا ، گھر تو اُجڑ جاتے ہیں
ریتِ ساحل پہ گھروندے تو بناتا کوئ

میٹھی میٹھی سی کسک راکھ سے اُٹھتی رہتی
آگ یوں شہرِ تمنا میں لگاتا کوئ

جھوٹی سچی سبھی باتوں کا یقیں کر لیتے
اس قدر پیار سے ہر بات سُناتا کوئ

ہر قدم خنداں و مخمور بہاریں ہوتیں
سیرِ گُلگشت ہمیں ایسے کراتا کوئ

سوچتا ہوں یہی قمبر مجھے کافی ہوتا
بد حواسی میں دلاسا تو دلاتا کوئ

QAMBAR RAZA NAQVI